R. No. 2186/57 Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

تاریخ اشاعت ۲۲-۸-۱

ٹیلی فون — ۲۹
قیمت تین روپے سالانہ
فی پرچہ دس نئے پیسے

جلد ۲۵ ۔ شمارہ ۳۲ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۲۲ اگست ۱۹۶۶ء

اداریہ

لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی رپورٹ

صدرِ جمہوریہ کی توجّہ کی محتاج

لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی چھٹی اور ساتویں رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش ہوئی ممبروں نے رپورٹ کی روشنی میں لسانی اقلیتوں کی مشکلات کا رونا رویا۔ اردو کے ساتھ جو سوتیلاپن ریاستی حکومتیں برت رہی ہیں اس کا تذکرہ ہوا۔ ریاستی حکومتوں کی شان بے نیازی پر بھی اظہارِ خیال کیا گیا اور پھر یہ قصہ اگلے سال کے لیے ملتوی ہو گیا۔

اب یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ کمشنر کا کام چونکہ محض اعداد و شمار جمع کرنا، ریاستی حکومتوں کو لسانی اقلیتوں کی شکایات پر توجہ دلانا اور صدر کے سامنے اپنی کارگزاری کی رپورٹ پیش کرنا ہے، اور اس رپورٹ سے ریاستی حکومتوں کا کچھ نہیں بگڑتا، اس لیے نہ کمشنر کی سفارشات پر عمل کیا جاتا ہے نہ مرکزی حکومت اس سلسلے میں مزید کارروائی کرتی ہے۔ چھٹی اور ساتویں رپورٹوں کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ کمشنر اپنا کام ایمانداری سے انجام دے رہا ہے۔ وہ ہر شکایت کو متعلقہ حضرات تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ ریاستی حکومتوں کو بار بار توجہ دلاتا ہے۔ وہ خاص خاص مقامات کا دورہ کرتا ہے اور لسانی اقلیتوں کے نمائندوں سے ملتا ہے۔ وہ صدر کو خاصے مواد کے ساتھ رپورٹ پیش کرتا ہے۔ مگر اس کے بعد کچھ نہیں ہوتا۔ ابھی تک ابتدائی منزل پر مادری زبان میں تعلیم دینے کی کوشش قرار واقعی نہیں ہوئی۔ بہت سی ریاستوں میں ثانوی منزل پر مادری زبان میں پڑھنے کی سہولتیں تو درکنار، اختیاری مضمون کی حیثیت سے بھی مادری زبان پڑھنے کی سہولتیں نہیں ہیں۔ لسانی فارمولے پر اس طرح عمل ہو رہا ہے کہ اس کی روح مجروح ہو گئی ہے۔ ایسے علاقوں میں بھی جہاں اقلیتوں کی آبادی بیس فی صدی سے زیادہ ہے، اقلیتوں کی زبان میں کاغذات نہیں رکھے جاتے۔ عدالتیں اقلیتوں کی زبان میں عرضیاں لینے سے انکار کرتی ہیں۔ جن خاص ضلعوں میں لسانی اقلیتوں کی زبان کو خاص طور سے تسلیم کیا گیا ہے، ان میں کوئی بات ایسی نظر نہیں آتی جس کی وجہ سے ان میں اور دوسرے ضلعوں میں فرق معلوم ہو۔ دفتروں میں اقلیتوں کی زبان کو کوئی نہیں پوچھتا۔ ریاستی حکومتیں یہ سمجھتی ہیں کہ مرکز ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ اس لحاظ سے اتر پردیش میں حالت سب سے خراب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ریاست کے کرتا دھرتا اردو کو اس ریاست کی زندگی سے خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ اس مطلب میں کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ جس زبان میں جان ہو اور جس کی جڑیں صدیوں کی تہذیبی زندگی میں پیوست ہوں اُسے فنا نہیں کیا جا سکتا، البتہ اس کی ترقی ضرور رُک سکتی ہے اور یہی ہو رہا ہے۔ اب صدر جمہوریہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے نمائندے کی لاج رکھیں۔ اس کی سفارشات پر مرکز سے اور ریاستی حکومتوں سے عمل کرائیں۔ کمشنر کو اور اختیارات دیں۔ اس کی سفارشات کی بنا پر جہاں جہاں ضرورت ہو یا تو صدر کے ہدایت نامے کے ذریعہ سے یا دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے ذریعہ سے یا دستور میں مناسب ترمیم کے ذریعہ سے لسانی اقلیتوں کے حقوق کا پورا تحفظ کیا جائے۔ بہرحال ریاستی حکومتوں کو دستور کی پوری پوری پابندی پر مجبور کرنا چاہیے۔ اگر وہ لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی سفارشات پر عمل نہ کریں تو مرکزی حکومت اس سلسلے میں سخت باز پرس کرے۔ اگر کمشنر کی سفارشات کو اس طرح نظر انداز کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ لسانی اقلیتوں کو جو تھوڑی بہت سہولتیں بڑے احتجاج کے بعد ملی ہیں وہ بھی کاغذ کے پھول ہو کر رہ جائیں گی۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ آخر زونل کونسلوں کو اور با اثر کیوں نہیں بنایا جا سکتا۔ اب تک صرف جنوبی زونل کونسل لسانی اقلیتوں کے مسئلے پر صحیح معنی میں توجہ کر سکی ہے۔ بقیہ کونسلیں کچھ کر نہیں پائیں۔ یہ معاملہ صرف اردو کے ساتھ انصاف کا نہیں ہے۔ دستور کے ساتھ انصاف اور جمہوریت کے پورے پورے احترام کا ہے۔ صدر جمہوریہ کے لیے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ وہ اپنے نمائندے کی سفارشات کی روشنی میں خود قدم اٹھائیں۔ دستور نے اس سلسلے میں صدر کو ضروری اختیارات دیے ہیں۔ دفعہ ۳۴۷ خواہ مخواہ نہیں رکھی گئی تھی۔ دستور سازوں کو احساس تھا کہ اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ اب بھی اس کا نفاذ نہ ہو تو لسانی اقلیتوں کے لیے مزید مشکلات کا سامنا ہوگا۔ جب تک لسانی اقلیتوں کو پورے اطمینان کے ساتھ قومی زندگی میں شریک ہونے کا موقع نہیں ملتا، قومی یک جہتی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

امتیاز علی عرشی کی کابل کو روانگی

نئی دہلی، مشہور و معروف عالم اور محقق مولانا امتیاز علی عرشی حکومت افغانستان کی دعوت پر ۱۴ اگست کو ایک ہفتہ کے لیے کابل تشریف لے گئے ہیں۔ مولانا عرشی پشتو کے مشہور حریت پسند شاعر خوشحال خاں خٹک کے سلسلے میں منائی جانے والی سرکاری تقریبات میں ہندوستان کی نمائندگی کریں گے۔ یہ تقریبات ۱۵ اگست سے ۲۲ اگست تک منائی جارہی ہیں۔

(ایک نامہ نگار)

ڈاکٹر منیب الرحمن ایران شناسوں کی عالمی کانفرنس میں شرکت کیلئے تہران جارہے ہیں

علی گڑھ۔ ۱۹ اگست۔ اردو کے ممتاز شاعر اور فارسی کے مشہور عالم ڈاکٹر منیب الرحمن، حکومت ایران کی دعوت پر ایران شناسوں کی عالمی کانفرنس میں شرکت کے لیے اس ماہ کے آخر میں ایران جارہے ہیں۔ کانفرنس ۳۱ اگست سے ۸ ستمبر تک تہران میں ہوگی۔ اس کانفرنس میں ایران کی ایک مفصل تاریخ کی ترتیب و تدوین پر مذاکرہ ہوگا۔

(نامہ نگار "ہماری زبان")

مولانا عبدالماجد دریابادی کی عربی خدمات کی قدردانی

نئی دہلی۔ ۱۴ اگست۔ صدر جمہوریہ نے ۲ عالموں کو سند اعزاز عطا کی ہے ان میں سے ۲ سنسکرت کے ہیں ایک عربی کے اور ایک فارسی کے۔

عربی زبان کے سلسلے میں یہ سند اعزاز مولانا عبدالماجد دریابادی کو دی گئی ہے۔

فارسی کے سلسلے میں انعام قاضی سجاد حسین کو دیا گیا ہے۔

ایک فلسفی اور ماہر نفسیات کی حیثیت سے مولانا دریابادی کی تصنیفات مرکز توجہ رہی ہیں۔ ان کی تفسیر قرآن ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس کا نام "تفسیر ماجدی" ہے۔ انھوں نے قرآن پاک کے بعض پہلوؤں پر مقالات بھی تحریر کیے ہیں۔

قاضی سجاد حسین مدرسہ اولیا فتح پوری دہلی کے پرنسپل ہیں اور فارسی کے ایک ممتاز عالم ہیں۔ انھوں نے متعدد کتابوں کی شرحیں اور حواشی لکھے ہیں۔

سنسکرت کے اعزاز مسٹر پرتاپ رائے موہن لال مودی، ڈاکٹر وی۔ وی۔ بھارشی، مسٹر کو روسوامی شیکھر شاستری، مسٹر ٹی۔ آر۔ سری نواسا چاریار، مسٹر وشوبندھ شاستری اور مسٹر کشیتر ماچند رچٹو پادھیائے کو دئے گئے ہیں۔

(قومی آواز، لکھنؤ)

"آرووِل" مجوزہ تہذیبی شہر

نئی دہلی۔ سری اربندو سوسائٹی پانڈے چری (جنوبی ہند) میں ایک تہذیبی شہر تعمیر کرے گی۔ سری اربندو سوسائٹی عظیم فلسفی سری اربندو (۱۸۷۲-۱۹۵۰) کے افکار کی اشاعت کے ساتھ ساتھ دوسرے اہم تعلیمی اور تہذیبی کام بھی انجام دیتی ہے۔ سوسائٹی کی اہمیت کے پیش نظر اس کا الحاق انڈین نیشنل کمیشن فار یونیسکو سے ہوگیا ہے۔ تہذیبی شہر آرووِل (AUROVILLE) کا بنیادی مقصد لسانی اور تہذیبی تفریق کو ختم کرنا اور بین الاقوامی تعاون اور تہذیبی ہم آہنگی کو فروغ دینا ہوگا۔ اس شہر میں دنیا کے تمام ملکوں کے اسٹال ہوں گے۔

(جنرل سکریٹری سری اربندو سوسائٹی پانڈیچری)

غیر ہندی علاقوں کے دس ہندی مصنفوں کو انعام

نئی دہلی۔ ۱۲ اگست۔ حکومت ہند نے غیر ہندی علاقوں کے ہندی کتابوں کے دس مصنفوں کو ڈیڑھ ہزار روپے انعام دینے کے لیے منتخب کیا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

شری موہن راکیش (اندھیرے بند کمرے)، شری مہیب سنگھ (اُجالے کے الو)، کماری نرملی دیش پانڈے (چینگانگ)، شری وی۔ گوبند سہائے (مسٹر صاحب کا کرتہ)، مسز ہیشوبلد ھر (وہ کون)، شری ڈی۔ پی۔ پٹنائک (سیگھا کرانت)، شری رمیش چودھری (رگ پوری) (سنت گرنتھ)، شری چندرکانت کشنور کر (ریشم کی گڑیا)، شری ملشوری ریڈی (زندگی کی راہ) اور شری کیشو راؤ سہا گاؤنکر (دھوپ چھاؤں)

(الجمعیۃ دہلی)

ماہنامہ "پونم" کی پہلی خصوصی اشاعت

حیدرآباد۔ اردو کا مقبول ماہنامہ پونم ستمبر کے آخر میں اپنا پہلا خاص نمبر شایع کررہا ہے اس نمبر میں مزاح نگاروں کی پہلی کل ہند کانفرنس (منعقدہ حیدرآباد) کی کارروائی کی تفصیلی رپورٹ کے علاوہ مندرجہ ذیل ادیبوں کی مزاحیہ نگارشات اور تنقیدی مضامین شامل ہوں گے۔

کرشن چندر، فکر تونسوی، غلام احمد فرقت کاکوروی، دلاور فگار، یوسف ناظم، بھارت چند کھنہ، تخلص بھوپالی، سلمیٰ صدیقی، رشید قریشی، احمد جمال پاشا، مجتبیٰ حسین، شفیقہ فرحت، سرور جمال، مرزا شکور بیگ، سلیمان خطیب، مائل لکھنوی، حق صاحب میاں، عنایت اللہ، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، مخدوم محی الدین، اختر حسن، ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر انور معظم، زینت ساجدہ، مغنی تبسم۔

(منیجر، ادارۂ ماہنامہ پونم۔ اعظم پورہ حیدرآباد۔ ۲۳)

تورانی رزمیہ کا نیا قازخ ترجمہ

الماآتا (تاس) قازختان کی سائنس اکاڈمی کے ماہرین لسانیات نے تورانی باشندوں کی ایک غیر نوشتہ رزمیہ نظم "کیدوگی" کا ایک نیا ریکارڈ ڈھونڈھ نکالا ہے۔ یہ رزمیہ نظم ایک ستر سالہ موسیقار رحمت مزوزالف نے دومبرا (دو تار کا باجہ) پر سنائی تھی۔ ماہرین لسانیات کے مطابق یہ ایک زیادہ مکمل نظم ہے اور اس میں غنائیت بھی ہے۔ انسٹی ٹیوٹ کے پاس قازخ زبان میں اس نظم کے چند ریکارڈ موجود ہیں جن کے بول ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

ڈاکٹر سید محمد حسنین

اردو میں انشائیہ نگاری

ہمارے نثری ادب کے چند نئے اصناف میں ایک نام انشائیہ کا بھی ہے۔ یہ لفظ نیا نہیں، مگر صنفی لحاظ سے اسے معروف عام کی سند حاصل نہیں۔ محض چند سال پہلے کی بات ہے، یہ خیال بڑا عجیب اور اجنبی سا تھا کہ غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، واسوخت، رباعی جیسے شعری اصناف یا ناول، ڈرامہ، افسانہ، سوانح، مقالہ جیسے نثری اصناف کی طرح انشائیہ بھی ادبی تحریر کی ایک مخصوص شکل و صورت ہے۔

ہلکی پھلکی تحریریں جن میں حسن خیال اور حسن زبان کی گنگا جمنی ہوتی، انھیں ہم ذوق و شوق سے پڑھتے تھے ان میں حکمت و دانش کے عالمانہ و فاضلانہ اور ذمکات مندرج نہ ہوتے، مگر رنگا رنگ تاثرات سے یہ تحریریں جل تھل ہوتیں، اور ان مصنفین کی خوش مزاجی و خوش خیالی کی آئینہ دار ہوتیں۔ اس نوع کی غیر سنجیدہ تحریریں ان دنوں عام طور پر مضمون سے موسوم تھیں۔ محمد حسین آزاد، عبد الحلیم شرر، خواجہ حسن نظامی، مرزا فرحت اللہ بیگ، اور ناکارہ حیدر آبادی جیسے مشہور قلمکاروں کے مضامین اہل ذوق کی تسکین و راحت کا نہایت دلکش سامان تھے۔ یہ مشہور زمانہ مصنفین ان معماروں میں تھے جنھوں نے نثری ادب کی تخلیق و ترتیب میں اہم حصہ لیا۔ ان کی جاذب قلب و نظر باتیں ادب میں نگارشات عالیہ کی مثال رہیں۔ ان کی قلمکاری میں نفس تحریر کی حرارت بھی ہوتی اور انداز تحریر کی دلگیری بھی۔ یہ تحریریں مگر موضوع اور اسلوب کی تخصیص کے باوجود کسی مخصوص نام سے نامزد نہ تھیں۔ یہ بے نام تھیں اور بے منصب بھی۔ اس بے توجہی یا بے اعتنائی کا الزام ان اہل قلم پر عائد نہیں ہوتا اور نہ اسی عہد کے اہل نقد و انتقاد پر۔

علم کی گوناگوں ترقی نے رفتہ رفتہ ہمارے ذہن کے نئے دریچے کھولے اور کھلے دریچوں سے تھوڑے تھوڑے وقفہ پر تازہ روشنیاں بھی آتی گئیں۔ احساس بیداری اور عالم شعور سے ہم نے ادب کو نئے انداز سے دیکھا اور نئے روپ میں بھی دیکھا۔ ہم نے سمجھا اور اچھی طرح سمجھا کہ ادب انسان، مہذب و متمدن انسان کی حسی و ذہنی کاوشوں کا تحریری عکس ہے۔ ہر تحریر نہ ادب ہو سکتی ہے اور نہ ہر تحریر نہ قلم کاری کہی جا سکتی ہے۔ ادب کو نگارشات کا جنگل قرار دینا بے ادبی ہے۔ ادب زندہ اور صحت مند ادب میں، تحریریں اپنی مخصوص شکل و صورت، مخصوص تراش خراش اور مخصوص وضع قطع رکھتی ہیں۔ شعری ادب ہو یا نثری ادب اس میں ہر تحریر کی ایک صنفی حیثیت مقرر ہے اور ہر تحریر صنفی لحاظ سے ایک ادب پارہ یا فن پارہ ہے۔

انشائیہ مجموعات لطیف و تاثرات رنگا رنگ کی تحریری صورت گری ہے۔ یہ قلمکاری کا ایک نمونہ ہے۔ "مضامین فرحت" اور "مضامین رشید" اور مضامین پطرس جیسی مشہور زمانہ تصنیفات کو محض مجموعۂ مضامین قرار دینا ان مصنفین کی قلمکاری کی زبردست توہین ہے۔ یہ گراں قدر تصنیفات انشائیوں کا قابل قدر نمونہ ہیں۔ آج کا نقاد مرزا فرحت اللہ بیگ، پطرس، رشید احمد صدیقی، کرشن چندر اور کنہیا لال کپور، احمد جمال پاشا، نظیر صدیقی اور خود راقم کی ادبی شخصیت میں ایک نیا پہلو بھی دیکھتا ہے۔ یہ رخ انشائیہ نگار کا ہے۔ جو نہایت صاف اور واضح رخ ہے۔

افسانہ نگاری، ناول نگاری اور تنقید نگاری کی طرح آج کے ادب میں انشائیہ نگاری کا بھی چرچا ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ اس صنف ادب کا وہ چلن نہیں جو دوسرے اصناف کا ہے شاید اس لیے کہ انشائیہ ہمارے ادب کا کل نو دمیدہ ہے۔

انشائیہ ادب کی ایک صنف ہے۔ انشائیہ نگاری قلمکار کا آرٹ یا فن ہے۔ دوسرے اصناف ادب کی طرح فنی طور پر انشائیہ میں بھی چند خصوصیات کا پایا جانا شرط ہے۔ انشائیہ نگار کے یہاں وہ تمام اوصاف موجود ہوتے ہیں جو ایک اچھے آرٹسٹ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ دوسرے باکمال فنکاروں کی طرح انشائیہ نگار بھی قدرت سے ایک مخصوص دل و دماغ لے کر آتا ہے۔

(۱) انشائیہ ادبی گپ ہے۔ ایسی گپ جس میں کیف انگیزی ہوتی ہے اور تم فکر خیزی بھی۔ یہ گپ غیر سنجیدہ ہوتی ہے مگر عامیانہ نہیں ہوتی۔ یہ ایک پڑھے لکھے ہوشمند اور اہل نظر انسان کی خوش گفتاری ہے جس میں اس کے ذاتی مشاہدات اور تجربات کی لہریں بہتی ہیں۔ انشائیہ ذہن کی ایک ترنگ ہے۔ بالغ و پختہ ذہن کی ایک پرکشش جولانی، جیسے مقدس محفل سماع میں کسی اہل کیف کا ایک نعرۂ بے اختیار!

انشائیہ میں تاثرات کی عکاسی ہوتی ہے، واقعات کی ترجمانی نہیں ہوتی۔ انشائیہ نگار واقعہ گو نہیں ہوتا۔ وہ ہمیں کسی قصہ یا واقعہ سے دوچار نہیں کراتا۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا اچھی ہے کہ قصہ سننے یا سنانے کے لیے یہ صنف قطعاً ناموزوں ہے۔ اس صنف میں قصہ، کہانی یا واقعہ کو قلم بند کرنا ڈریسنگ ٹیبل پر پنچ کھانے والی حماقت ہے۔ اس مقصد کے لیے نثری ادب میں حکایات، تمثیلیہ، داستان، ناول، ڈراما، افسانہ اور شعری ادب میں مثنوی جیسی صنف موجود و مقرر ہے۔ اچھے انشائیہ میں کسی سالم یا بڑے واقعہ کا گزر نہیں ہاں بیچ بیچ میں واقعاتی ریزے کی چمک تابیاں جلوہ ہائے صد رنگ کا منظر پیش کرتی ہیں۔ ایک کامیاب انشائیہ نگار واقعات سے مصرف نہیں لیتا محاضرات (Anecdotes) سے استفادہ کرتا ہے۔ وہ محاضرات جو غیر اصطلاحی زبان میں چٹکلے اور لطیفے سے موسوم ہیں، انشائیہ میں نمک پاروں کا کام کرتے ہیں۔ لطائف اور چٹکلوں کے ذریعے انشائیہ نگار اپنے انداز گفتگو اور نثر کی اپنی گفتار میں جذب و کشش پیدا کر دیتا ہے۔ تازہ تازہ محاضرات کے ذریعہ وہ اپنی باتوں کو رنگا رنگ اور خوش سواد بھی بنا دیتا ہے۔ محاضرات انشائیہ کے لیے ان جھینٹوں کا کام کرتے ہیں جو چشم کو صحت مند بناتے ہیں۔

(ب) مزاح، طنز اور ظرافت انشائیہ کے سب سے شوخ رنگ ہیں اور لازمی بھی۔ انشائیہ نگار فطرتاً ظریف ہوتا ہے۔ نہایت بالغ ذہن، نفیس مزاج اور شائستہ طبع۔ مزاح اسی کی اصل سرشت ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی خیر بھی ہے۔ ظرافت اور مزاح سے انشائیہ کی بعد میں نکھار پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ انشائیہ کے وہ رنگ ہیں جن سے اس

(باقی صفحہ ۵ کالم ۲ پر)

مراسلات

ایک استفسار کے جواب میں

ہماری زبان کے ۸ر جنوری ۱۹۶۶ء کے شمارے میں جناب جعفر حسن نے محمد احتشام الدین دہلوی ایم۔ اے (علیگ) مصنف "افسانۂ پدمنی" کے پتہ کی بابت استفسار شایع کیا تھا۔ افسوس ہے یہ بہت تاخیر سے میرے علم میں آیا۔

موصوف میرے والد تھے۔ ان کا انتقال مئی ۱۹۴۹ء میں دہلی میں ہوا۔ انھیں "افسانۂ پدمنی" کا مصنف کہنا درست نہ ہوگا۔ انھوں نے اس افسانے کو تحقیق کی روشنی میں جانچا ہے۔ اور وہ اس کی اصلیت کے قائل نہیں تھے۔

مرحوم کی دوسری مطبوعات میں "ترجمان الغیب" (منظوم ترجمہ دیوان حافظ) اور "مطالعۂ حافظ" (تنقیدی مطالعہ تاریخی واقعات کی روشنی میں) شامل ہیں۔

(شان الحق حقی۔ سکریٹری ترقی اردو بورڈ کراچی)

غالب سے منسوب ایک شعر کے بارے میں

دل آپ کا کہ دل میں جو کچھ ہے سب آپ کا   دل لیجیے مگر مرے ارمان نکال کے

غالب کا شعر نہیں ہے میں نے سہواً اسے نسخۂ جوشی میں درج کر دیا ہے دراصل یہ شعر امیر مینائی کا ہے

ملاحظہ ہو شرح غالب از حسرت صفحہ ۹۲

نسخۂ جوشی میں قارئین تصحیح فرمالیں۔

(ابراہیم علی خاں جوشی)

لغت

۱۵ر جون ۶۶ء کے ہماری زبان میں صفحہ ۷، کالم ۲، پر جناب ریاض الحسن صاحب نے "لغت" کو مونث ارقام فرمایا ہے۔ حالانکہ لفظ "لغت" کو جمہور اردو نے متفقہ طور پر مذکر مانا ہے کیا اسے موصوف کا صرف اتفاقی سہو تحریر سمجھا جائے؟ (صفدر آہ)

کیرالا میں اردو کی درسی کتابیں نایاب

کیرالا میں اردو زبان پڑھانے والے چار ہائی سکولوں میں ایک ہے جے۔ ڈی۔ ٹی۔ اسلام ہائی اسکول یہاں پانچویں جماعت سے لے کر ایس۔ ایس۔ ایل۔ سی تک دو سو طلبہ اردو سیکھ رہے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہ طلبہ سب کے سب آج اردو زبان کو چھوڑ کر ملیالم سیکھنے پر مجبور ہو رہے ہیں کیونکہ اردو کی درسی کتابیں بازار میں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں ۱۸ر اگست سے سہ ماہی امتحان شروع ہوں گے۔

(ایم۔ این۔ ستار دھنی۔ کالی کٹ)

ایک خبر کی تردید

۲۲ر جولائی ۶۶ء کو "ہماری زبان" کے شمارے میں کلٹی انجمن ترقی اردو ہند ریاستی شاخ کے عہدیداروں اور اراکین کا نام دیکھ کر سخت تعجب ہوا تعجب تو اس بات پہ ہے کہ اراکین میں میرا بھی نام ہے جبکہ میں انجمن کا سرے سے ممبر ہی نہیں ہوں۔ وہ بھی ایک سکریٹری کی حیثیت سے جو بالکل کذب اور جھوٹ ہے۔ میں جگر لائبریری کا ایک ممبر رہا ہوں اور ادارہ جگر لائبریری کو بند ہوئے دو سال گزر گئے۔ انجمن کا الیکشن کب اور کہاں ہوا شاید ضیا صاحب کے چند دوستوں کے علاوہ اور کسی کو معلوم بھی نہ ہو۔ میرے خیال میں الیکشن کے بجائے سلیکشن ضرور ہوا ہے۔ امید کہ انجمن کے مرکزی اور ریاستی ذمہ داران اس بات کی سخت چھان بین کریں گے۔ اس قسم کے واقعات سے انجمن کے نام پر حرف آتا ہے وہ بھی اس دور میں جبکہ ہمیں اردو کے لیے بہت کچھ کرنا ہے۔ اگر واقعات کی ٹھیک چھان بین ہوئی اور سبھی لوگ اس میں شامل ہوئے تو انشاء اللہ میں بھی اپنے دوستوں کے ساتھ انجمن کی ترقی و توسیع کے لیے سرتوڑ کوشش کروں گا۔!!

ایک خط اسی سلسلے میں ریاستی انجمن کو بھی لکھ چکا ہوں۔

(نذیر العالم تسنیمی کلٹی)

یہ اشعار کن شعراء کے ہیں

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے   اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اک طرف منہ پھیر کر رونے لگے تیماردار   اک طرف بیمارِ غم کچھ کہہ کے رخصت ہو گیا

مرے مورچے کی شاہد ہیں پیشانیاں میری   بہت بلندیِ پرواز سے گرا ہوں میں

کہہ دو یہ کوہکن سے کہ مرنا نہیں کمال   مر مر کے ہجر یار میں جینا کمال ہے

نگس کو باغ میں جانے نہ دینا   کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ابھی تو تنکے چنے تھے کہ گر پڑی بجلی   بنانا تھا کہ لگی آگ آشیانے میں

دیا خاموش ہے لیکن کسی کا دل تو جلتا ہے   چلے آؤ جہاں تک روشنی معلوم ہوتی ہے

ان اشعار کے خالق کے نام سے مطلع فرمائیں۔

(ایک خریدار)

(نوٹ: یہ شعر ظفر علی خاں کا ہے۔ ادارہ "ہماری زبان")

گھونگھٹ

فراق گورکھپوری

(میں نے کچھ اپنے اور بہت سے دوسرے اردو فارسی اشعار کی تضمین کی تھی جو اس طرح اندازاً چار سو اشعار کی تضمین ہو گئی۔ کتابی شکل میں یہ مجموعہ زیر طباعت ہے۔ اصل شعر کا ایک خمسہ بنا کر کیجیے ہر شعر پر تین مصرعے میں نے لگائے ہیں۔ انھیں گھونگھٹ کہیے۔ نمونے کی چند تضمینیں "ہماری زبان" میں اشاعت کے لیے حاضر کر رہا ہوں۔ فراق گورکھپوری)

(۱)

تو در دلِ خلوتِ غیب بانو کجا در انجمن آمدی
تو بروں ز سر جدا ایں دل تو چرا سر زمین آمدی
تو کہ غیب غیب نہاں نہاں تو عیاں عیاں تن آمدی
تو بہارِ عالمِ دیگری ز کجا بایں چمن آمدی — قرۃ العین

(۲)

اے در نیفا نالہ بر لب بر زباں انداختہ
اشک بر مژگاں مثالِ کہکشاں انداختہ
ہاں بہ ہر قلب آتشِ آہ و فغاں انداختہ
اے متاعِ درد در بازارِ جاں انداختہ
گوہرِ ہر سود در جیبِ زیاں انداختہ — عرفی

(۳)

ہر دلِ تیر داغِ گلزارِ من است
ہاں ہر یوسف جنسِ بازارِ من است
زلفِ لیلیٰ دشتِ تاتارِ من است
عشقِ مجنوں نیست ایں کارِ من است — رومی

(۴)

مل گئے ہیں تو کھل کے بات کرو
دیکھو اتنا بھی کم سخن نہ بنو
کچھ تو آپس میں اختلاف بھی ہو
میری باتوں پہ صرف ہاں نہ کہو
مجھ میں یہ تابِ انتظار نہیں — راقم الحروف

ہستے ملے کرے جو کوئی راہِ زندگی
تو آں تشنی کرے نہ یہ آیا بتیا سرمدی
تو آئی اور کر گئی اک سیر سیر سری
اے شاہدِ صبا دمِ گلگشتِ حسن کبھی
شبنم سے گھنگھروؤں کی کھنک چھن رہی ہیں — راقم الحروف

(۶)

بتاؤں کفر کا اپنے تجھے ثبات و قرار
قسم کہ طوفِ حرم کردہ ام بستہ بر کنار
طوافِ گردِ حرم دور حلقۂ زنّار
مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار
بہ کعبہ بردم و بازش برہمن آوردم — چندر بھان برہمن

(۷)

میکشم جہاں برداشت جلوۂ چمن تنہا
بوئے یاسمن تنہا رنگِ نسترن تنہا
شادی دلہن تنہا غربت و وطن تنہا
من کہ ہر شبی تابم دردِ زیستن تنہا
صبحدم چساں بینم شمعِ انجمن تنہا — آغا حشر کاشمیری

صفحہ ۳ سے آگے

کی فضا میں "دھر کھیل" برپا ہو جاتی ہے۔ یہ دھول خیالات سے اڑائی جاتی ہے۔ یہ دھول دھپے کا نتیجہ نہیں ہوتی۔

کامیاب اور فنی انشائیے ہمیں رونے رلانے کے مواقع نہیں دیتے ہنسنے ہنسانے کے بہانے ملتے ہیں۔ انشائیہ کی ظرافت میں حماقت اور خفت دونوں کے جلوے ابھرتے ہیں۔ وہ حماقت جو پرائی آنکھوں کے تنکے دکھاتی ہے اور وہ خفت جو اپنی آنکھوں کی شہتیریں بھی سامنے لے آتی ہے۔ اچھے انشائیوں سے ہمیں اصلی ہنسی اور کھسیانی ہنسی دونوں میسر ہوتی ہیں۔ انشائیہ کے لطف و دلکشی کا اصل راز حیوانیت اور طفولیت کا امتزاج ہے۔

(ج) انشائیہ کی ایک اہم خصوصیت داخلیت ہے۔ تاثرات ذاتی تاثرات کی ترجمانی انشائیہ نگار کا اصل فریضہ ہے۔ اس سے عہدہ برا ہونے کے لیے وہ صرف اپنے دل کی گہرائیوں ہی میں نہیں اترتا بلکہ پرائے دل و دماغ کے پاس بھی جا پہنچتا ہے۔ خلوت اور جلوت دونوں جگہ اس کی رسائی ممکن ہے۔ اس کی باتیں تاثرات سے حسین تر ہوتی ہیں۔ یہ ذاتی ہوتے ہوئے بھی پرائی بو باس لے کر آتی ہیں۔ اچھے اور معیاری انشائیوں میں داخلیت اور خارجیت کی دھوپ چھاؤں ہوتی ہے کبھی تیز اور کبھی مدھم۔

(د) ایک طائرِ آزاد اور پرفشاں کی طرح انشائیہ نگار بھی آزاد اور بے باک ہوتا ہے۔ آوارہ خیالی اور شگفتہ بیانی اس کا شیوہ ہے۔

موضوع کے انتخاب میں اسے کوئی روک ٹوک نہیں۔ عرش و فرش، اعلیٰ و اسفل ہر جگہ وہ نظر بازیاں کر سکتا ہے۔ سنجیدہ بات کو غیر سنجیدہ کر دینا اور غیر سنجیدہ کو سنجیدہ بنا دینا، یا معمولی کو غیر معمولی کر دینا اور غیر معمولی کو معمولی بنا دینا، انشائیہ نگار کی نیرنگِ نظر کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اس کی خوش بیانی پر نہ کسی مسلک کی چھاپ ہوتی ہے اور نہ کسی پالیسی کی بو باس۔ اس کی خوش گفتاری میں طلب و آرزو کی حرص و ہوس بھی نہیں ہوتی۔

انشائیہ ایک نئی صنف ہے لیکن فی زمانہ اجنبی نہیں۔ موجودہ دور میں اس صنفِ ادب کی ترویج و اشاعت شروع ہو گئی ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ ان دنوں احمد جمال پاشا، نظیر صدیقی اور ڈاکٹر آدم شیخ، ڈاکٹر وزیر آغا اور ڈاکٹر منظر امام نئے لکھنے والوں میں چند ایسے اہلِ قلم ہیں جو بہت جلد اردو انشائیہ نگاری میں اپنا نام اور مقام بنا لیں گے۔ مضامینِ رشید، "مضامینِ پطرس" اور "ہوائی قلعے" جیسے قابلِ مطالعہ انشائیوں کے مجموعے نئے لکھنے والوں کے لیے چراغِ راہ بن سکتے ہیں۔ غالب کے رقعات اسی سلسلے میں بے حد مفید ثابت ہوں گے کہ غالب انشائیہ نگار نہ سہی مگر شستہ دور انشا پرداز ضرور تھا۔ بے بات میں بات پیدا کرنی جو عالمِ حزن و یاس میں بھی مسکراہٹ کے دیے جلا دے، کوئی غالب سے سیکھے!

(بشکریہ آل انڈیا ریڈیو دہلی)

راجستھان میں اردو کے لیے جدوجہد

(خصوصی نامہ نگار)

گزشتہ سے پیوستہ

جس کا ذکر کمشنر مذکور نے اپنی رپورٹ ۶۳-۶۲ء میں کیا ہے۔

انجمن اس حکم کی تعمیل پر مصر ہے تاکہ ہیڈ ماسٹروں کو یہ غلط بات کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کوئی اردو پڑھنا نہیں چاہتا۔ اور وہ طلبہ کی تعداد پوری ہونے نہیں دیتے ہیں، اور طرح طرح کی ترکیبیں اختیار کرتے ہیں۔

سابقہ مراعات منسوخ کردی گئیں

مرکزی اور ریاستی حکومتوں (بشمول راجستھان) کا یہ مسلمہ نظریہ تھا اور ہے کہ تعلیم کے متعلق جو مراعات اقلیتی طبقہ کو پہلے سے یعنی نومبر ۱۹۵۶ء تک حاصل تھیں ان میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ مگر چونکہ راجستھان میں پرائمری درجوں کی تعلیم پنچایتوں کو منتقل کردی گئی ہے اس لیے انھوں نے اقلیتی طبقہ کی تعلیمی مراعات یکقلم ختم کردیں، جیسا کہ لسانی اقلیاتی کمشنر الہ آباد نے اپنی پانچویں رپورٹ کے فقرے نمبر (۲۳) میں درج کیا ہے کہ حکومت راجستھان نے اب تک ایسا کوئی حکم جاری نہیں کیا کہ اقلیاتی طبقہ کو جو مراعات نومبر ۱۹۵۶ء میں حاصل تھیں وہ بدستور برقرار رکھی جائیں یہ حکم جاری کرنا حکومت راجستھان کے لیے لازمی تھا جو جاری نہیں کیا گیا۔ انجمن بھی اسی نظریہ پر مصر ہے کہ تعلیمی سلسلہ میں وہ تمام مراعات حق ہیں اور از سر نو ان کا احیا کیا جائے جو نومبر ۱۹۵۶ء تک اردو والوں کو حاصل تھیں۔ اور اسی بابت انجمن برابر تحریک کرتی رہی ہے۔

ایک تجویز

لسانی اقلیاتی کمشنر نے ایک تجویز پیش کی ہے کہ جب بھی لسانی اقلیاتی طلبہ کی تعداد کم ہوجائے تو اس کی وجہ کی تحقیقات کرائی جائے۔ انجمن بھی یہی چاہتی ہے۔ اور اس پر عملدرآمد کیے جانے کے لیے مصر ہے اور اس کے وفود یہ بات کہتے رہے ہیں۔

اساتذہ کی تربیت

انجمن اس بات پر برابر زور دیتی رہی ہے اور دے رہی ہے کہ اردو کے اساتذہ کی ٹریننگ کا انتظام کیا جائے جو اب تک نہیں کیا گیا۔

نہایت افسوس اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اردو کے ٹیچروں کو ایسی جگہ بدل دیا جاتا ہے جہاں اردو پڑھنے والا کوئی نہیں ہوتا اور جہاں اردو پڑھنے والے طلبہ ہوتے ہیں وہاں اردو پڑھانے والے کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ انجمن کی توجہ دلانے پر کہا جاتا ہے کہ اردو کے ٹرینڈ ٹیچر نہیں ملتے اور جب اردو تعلیم دے سکنے والے ٹیچروں کی نشاندہی کی جاتی ہے تو اس پر توجہ نہیں کی جاتی

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردی — باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

مڈل کلاس اور ہائر سکنڈری اسکول

باوجودیکہ وزرائے تعلیم کی کانفرنس ان درجوں میں اردو کی تعلیم کی بابت واضح قرارداد منظور کرچکی ہے مگر پھر بھی عملاً معاملہ وہیں ہے جہاں تھا حتی کہ ان مقامات تک پر کہ جہاں اردو مادری زبان والوں کی تعداد دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ وہاں کے بھی ان سب سرکاری اسکولوں میں اردو کی تعلیم اور اردو کے ذریعہ تعلیم ہونے کا کوئی انتظام حکام محکمہ تعلیم نے نہیں کیا، مثلاً جے پور، اجمیر، ٹونک، کوٹہ وغیرہ۔

(جب تعلیم اردو کی کوئی طالب علم خواہش کرتا ہے تو اکثر ہیڈ ماسٹر یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں اردو کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے مثلاً مڈل اسکول گھاٹ دروازہ جے پور کے ہیڈ ماسٹر ہمیشہ ہی ایسا جواب دیا کرتے ہیں۔ دوسری ترکیب یہ کی جاتی ہے کہ اردو والوں کو مختلف کلاسوں کے سیکشنوں میں داخلہ کے وقت اس طرح تقسیم کردیا جاتا ہے کہ کسی بھی سیکشن میں دس طلبہ نہ ہوجائیں، یہ ایک عذر لنگ ہے کیونکہ دس کی شرط کلاس کے لیے ہے نہ کہ سیکشن کے لیے۔ مگر چونکہ ہیڈ ماسٹروں کی کوئی گرفت نہیں کی جاتی لہٰذا وہ اس قسم کی حرکات پر دلیر ہیں اور من مانا قانون چلاتے ہیں)

انجمن مطالبہ کرتی ہے کہ محکمہ تعلیم حکومت راجستھان ایسی ایک فہرست تیار کرے کہ کہاں کہاں ان کلاسوں میں اردو جاری ہے اور کہاں کہاں نہیں ہے، نہیں ہے تو کیوں۔ یہ فہرست راجستھان کے تمام سرکاری مذکورۃ الصدر اسکولز کی ہونی چاہیے۔

ڈگری اور پوسٹ گریجویٹ کلاسیں

قیام راجستھان سے پہلے بہت سے کالجوں میں ڈگری اور پوسٹ گریجویٹ کلاسوں میں اردو جاری تھی جس کو بری طرح بیشتر کالجوں سے ختم کردیا گیا۔ اب پوسٹ گریجویٹ کلاس تو کہیں بھی نہیں ہے۔ انجمن نے اس بابت حکومت راجستھان اور یونیورسٹی آف راجستھان کو لکھا۔ اور اس کو ۱۵ ایسے طلبہ کی فہرست بھی بھیجی جو ایم اے میں اردو کی تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند تھے۔ انجمن کا وفد ایجوکیشن منسٹر صاحب سے بھی ملا۔ مگر آج تک راجستھان میں کہیں بھی ایم اے میں اردو جاری نہیں کی گئی۔

اردو کی درسی کتابیں

سالہا سال کی کوشش کے بعد پرائمری کلاسوں کی تین درسی کتابیں جنرل سائنس، علم الحساب اور سماجی تعلیم راجستھان کے نیشنلائزیشن ٹکسٹ بکس بورڈ نے طبع کراکر شائع کیں۔ مگر ان میں املا، انشا وغیرہ کی بہت ہی زیادہ گمراہ کن غلطیاں ہیں جس کی اطلاع مع اغلاط نامہ بورڈ مذکور کو بھی دیدی گئی مگر اب تک کوئی اصلاح نہیں کی گئی، جو جلد سے جلد ہونی چاہیے۔

اردو کی کتابوں کی خریداری

اسکولوں کی لائبریریوں میں کتابوں کی خریداری کی یہ صورت ہے کہ ایجوکیشن ڈائریکٹر کے دفتر سے ایک فہرست جاری ہوتی ہے جس میں ان کتابوں کے نام ہوتے ہیں جو اسکولوں کی لائبریریوں میں خریدی جائیں۔ اس فہرست کو اپرووڈ لسٹ کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس فہرست میں ڈائریکٹر کے دفتر سے اردو کتابوں کے نام نہیں ہوتے لہٰذا ہیڈ ماسٹر بڑی آسانی سے جواب دیتے ہیں کہ اپروڈ لسٹ میں کوئی کتاب اردو کی نہیں ہے اس لیے نہیں خریدی جاسکتی۔ اسی طرح پبلک لائبریریوں میں مختلف ضلعے جاتوں سے اردو کی کتابیں نہ خرید کر تمام روپیہ اپنی پسندیدہ زبان کی کتابوں کی خریداری پر صرف کردیا جاتا ہے۔ انجمن اس بارے میں برابر خط و کتابت کررہی ہے اور توجہ دلا رہی ہے مگر اب تک موجودہ عمل میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔

انجمن کا کہنا کہ جو روپیہ خرید کتابوں کے لیے دیا جاتا ہے وہ سرکاری

خزانہ سے دیا جاتا ہے اور سرکاری خزانہ کو بھرنے والوں میں اردو والے بھی شریک ہیں پھر کیا یہ انصاف نہیں کہ ان کی زبان کی کتابوں سے انھیں محروم رکھا جاتا ہے جبکہ روپیہ ان کا بھی ہے اور یہ کہ یہ عمل گورنمنٹ راجستھان کے پریس نوٹ ۱۹۵۶ء کے بھی خلاف ہے جس میں اردو کتب کی خریداری کی بابت کہا گیا ہے۔

نقول دستاویزات

قیام راجستھان سے قبل جے پور، ٹونک اور دھولپور وغیرہ میں دفتری زبان اردو تھی۔ اس لیے اس وقت کا کل ریکارڈ اردو میں ہے۔ مگر راجستھان بننے کے بعد اردو کے مخالف حکام کے جذبات نے یہ عمل شروع کر دیا کہ جو دستاویز اردو کی پیش کی جاوے اس کے ساتھ اس کا ہندی ترجمہ بھی ہو۔ اور جو نقل حکم اردو کا دیا جائے وہ بجائے اردو رسم خط کے ہندی خط میں دیا جائے۔ اس کی بابت انجمن مطالبہ کرتی رہی تو کافی عرصہ تک اسی حیلے سے ٹالا جاتا رہا کہ ہمارے پاس اردو داں نہیں ہیں اس سے ہندی میں نقل دی جا سکتی ہے اور ہندی ہی میں دستاویزات وغیرہ قبول ہوں گی۔ آخر انجمن کی اس دلیل پر کہ جو شخص اردو پڑھ کر اس کو ہندی رسم خط میں لکھ سکتا ہے وہ اردو رسم خط میں کیوں نہیں لکھ سکتا ہے دوسری زبان میں نقل داخل کرنا یا حاصل کرنا قانون کی نظر میں نقص بھی ہے لہٰذا حکم نمبر D.59 (۴) ۱۲۔F مورخہ ۱۴ر جولائی ۵۹ء کے ذریعہ محکمات کو مطلع کیا گیا کہ جو دستاویزات جس زبان میں ہو اسی میں اس کی نقل دی جایا کرے۔

اس کے باوجود اب بھی بہت سی جگہ یہ عذر کیا جاتا ہے کہ اردو داں اہلکار پاس نہیں اس لیے درخواست دہندہ اپنے خرچے پر اردو داں کو مہیا کرے تو نقل اردو میں دی جا سکتی ہے ورنہ ہندی میں لینا منظور کرو۔ انجمن اس جانب توجہ دلاتی ہے کہ حکم مذکور کی واقعی تعمیل کی بابت تاکیدی احکام جاری کیے جائیں۔

قانون وغیرہ کی اردو میں اشاعت

حکومت کی تجویز کے متعلق تحفظات لسانی اقلیات کے فقرے نمبر (۱۱) اور حکومت راجستھان کے پریس نوٹ کے باوجود اور انجمن ترقی اردو راجستھان کی یاد دہانیوں کے باوصف اور باوجود اس کے کہ حکومت راجستھان نے ۳۱ر دسمبر ۵۹ء کو ایک حکم بھی جاری کیا کہ حکومت نے قانون و قواعد اور اعلانات اقلیاتی طبقہ کی زبان میں بھی شائع کرنا منظور کر لیا ہے۔ اور اس کا یہ حکم ضمیمہ راجستھان گزٹ مورخہ ۱۱ر اگست ۱۹۶۰ء میں شائع ہو چکا ہے اور دوسرا حکم ۱۷ر اگست ۶۲ء کو اور بھی جاری ہو چکا ہے۔ اور ان سب کے علاوہ خود چیف منسٹر صاحب راجستھان انجمن ترقی اردو راجستھان کے منعقدہ کردہ سیمپوزیم میں اعلان بھی کر چکے ہیں اور دوبارہ آل انڈیا اردو کانفرنس جے پور کے موقع پر بھی کہ تمام ہی قوانین لسانی اقلیاتی زبانوں (اردو، سندھی، پنجابی اور گجراتی) میں شائع ہوا کریں گے۔ اور انھوں نے یہ بھی صاف الفاظ میں ظاہر کر دیا کہ ابھی تک جو دماغ زبان کے معاملے میں صاف نہیں ہیں۔ مگر یہ حالت زیادہ دن نہیں رہ سکے گی۔ مگر اب تک صرف ایک وقف بورڈ راجستھان کے قواعد کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ حکومت راجستھان کی خواہش پر انجمن ترقی اردو راجستھان نے بلا معاوضہ اس کا ترجمہ کیا اور حکومت نے چھپوا دیا مگر اور کوئی قانون، قواعد، اعلان، اشتہار وغیرہ متعلق اب تک اردو میں شائع نہیں ہوئے جن کی بابت پر زور استدعا ہے کہ اپنے احکام کے مطابق ان کی اشاعت کرائی جائے۔

حد تو یہ ہے کہ تحقیقی کمیٹی اور رپورٹ سے متعلق معلومات بھی آج تک اردو میں شائع نہ کی گئیں۔ الیکشن کی سلپیں ہماری مادری زبان میں شائع ہوتی ہیں کہ جن کے لیے اردو والے بہ دل و جان حضر و منتظر ہیں۔ اس طرح حکومت راجستھان کا حکم تاریخی ۳۱ر دسمبر ۵۹ء تک جیتے بے جان بن کر رہ گیا ہے۔ یا کاغذی خوشنما پھول۔

اردو کی درخواستوں کی قبولیت

دستور ہند کے آرٹیکل ۳۵۰ اور حکومت راجستھان کے حکم نمبر A/60 (۳) G ۳۴۔F مورخہ نومبر ۶۰ء کے باوجود راجستھان کے دفاتر اور عدالتوں میں اردو رسم خط میں اردو کی درخواستیں قبول نہیں کی جاتیں۔ انجمن اس بابت برابر یاد دہانیاں اور توجہ دلاتی رہی ہے اور کر رہی ہے۔ نیز حکومت راجستھان نے ۲۲ر نومبر ۶۲ء کو ایک حکم بھی جاری کر کے معلوم کیا کہ اب تک لسانی اقلیتی زبان (اردو) میں کس قدر درخواستیں پیش ہوئیں اور کن کن کا جواب انھیں (اردو) زبانوں میں دیا گیا۔ اس حکم کی کیا تعمیل ہوئی اور کیا نتیجہ برآمد ہوا انجمن اس سے بے خبر ہے اور اطلاع کی منتظر۔

اردو کے متعلقہ احکام پر عملدرآمد کے متعلق کمیٹی کا تقرر

کل ہند اردو کانفرنس جے پور کی قرارداد نمبر (۱) کے مطابق انجمن ترقی اردو راجستھان کی استدعا پر چیف منسٹر صاحب راجستھان کی صدارت میں ایک ایسی کمیٹی کی تشکیل کی گئی جس کے ممبروں میں

(۱) لا سکریٹری صاحب راجستھان
(۲) ایجوکیشن سکریٹری صاحب
(۳) خان بہادر الطاف احمد صاحب خیری اسپیشل افسر ریونیو
(۴) سید عابد علی صاحب ایڈووکیٹ
(۵) مولوی احترام الدین احمد صاحب شاغل جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو راجستھان شامل ہیں۔

اس کمیٹی میں ہز ہائینس نواب صاحب لوہارو کو بھی نامزد کیا گیا تھا مگر ان کی رضامندی وصول نہ ہوئی۔ یہ کمیٹی ۱۶ر ستمبر ۶۲ء کو مقرر کی گئی تھی اور اس کے لیے ہدایت تھی کہ سال میں دو بار اس کی میٹنگ ہو اور اردو کے مسائل پر یہ غور کرے اور دیکھے کہ حکومت کے احکام کی تعمیل کہاں تک ہوئی اور جو نہیں ہوئی وہ کیوں اور اپنی سفارشات پیش کرے۔ مگر اس کا اب تک صرف ایک جلسہ ہوا جس میں منجانب انجمن ان جملہ معاملات کو سامنے لایا گیا جن کی تعمیل بموجب حکم گورنمنٹ راجستھان اب تک نہیں ہوئی۔ ان میں سے جن معاملات کی جانچ کا اس کمیٹی نے اقرار کیا تھا اس کا بھی حال اب تک معلوم نہیں ہوا کہ کیا حشر ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پورے دو سال میں اس کی صرف ایک ہی میٹنگ ہوئی ہے۔ واضح ہے کہ اس کے کنوینر اسپیشل سکریٹری صاحب ہیں وہی میٹنگ طلب کر سکتے ہیں انجمن صرف یاد دہانی کر سکتی ہے جو اس نے کی ہے اور کرتی رہے گی۔

اردو کی کتابوں کی طباعت

۱۹۶۳ء میں کل راجستھان اردو سمپوزیم کا افتتاح کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ صاحب راجستھان نے راجستھان کے ادیبوں اور شاعروں کو رائے دی تھی کہ وہ اپنی تخلیقات شائع کرائیں تاکہ آئندہ نسل اس وقت کے ادبی رجحانات سے باخبر ہو سکے

اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا تھا کہ ایسی طباعت کے سلسلہ میں حکومت مالی امداد بھی ان کو دے گی۔ اس اعلان سے متاثر ہو کر مولوی احترام الدین احمد شاغل نے اپنا دیوان طباعت کے لیے جولائی ۱۹۹۲ء میں انھیں ارسال کیا جس پر خان برکت اللہ خاں صاحب وزیر صحت عامہ نے سفارشی نوٹ لکھتے ہوئے اس کی طباعت کو مفید کہا تھا۔ مگر اب تک نہ تو کوئی امداد ہی ملی نہ جواب ہی صادر ہوا نہ دیوان ہی واپس آیا۔

راجستھان ساہتیہ اکیڈمی ۔ وزیر اعلیٰ موصوف نے آل انڈیا اردو کانفرنس منعقدہ جے پور کی افتتاحی تقریر ختم کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ راجستھان حکومت مبلغ دس ہزار سالانہ راجستھان ساہتیہ اکیڈمی کی معرفت اردو کی کتابوں کی طباعت پر صرف کیا کرے گی۔ یہ اعلان اکتوبر ۱۹۹۲ء میں انھوں نے کیا تھا۔ اس سلسلہ میں انجمن نے نصر ناال دہوی کو کلیات بھی اکیڈمی کو بھیجا اور دیوان تہر بھی۔ کلیات ماٹل پر چند نامور اہل قلم نے تبصرے بھی تحریر کیے اور اس کو طبع کرائے جانے کی رائے بھی دی مگر اس وقت تک نہ ان کی چھپائی کا اکیڈمی نے کوئی انتظام کیا نہ کوئی جواب دیا نہ مسودات واپس کیے حالانکہ مسلسل یاددہانیاں کی گئیں اور کی جا رہی ہیں۔ اکیڈمی جو سہ ماہی رسالہ نخلستان اردو میں شائع کرتی ہے اگرچہ وہ پابندی وقت کے ساتھ اب تک شائع نہیں ہوا تاہم وہ اس اعلان سے پہلے سے بھی جاری ہے۔ اور وہ رسالہ ہے نہ کہ کتاب جبکہ اعلان کتاب کی طباعت کے لیے ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ساہتیہ اکیڈمی نہ اردو کی خط و کتابت سے متعلق ہے نہ اس نے آج تک کسی اردو تحریر کا جواب اردو میں دیا نہ اردو رسم خط میں کوئی کتاب چھپوانا اسے گوارا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اکیڈمی کو جو کثیر رقم گورنمنٹ کے خزانہ سے دی جاتی ہے وہ یکجائی آمدنی سے دی جاتی ہے جس میں اردو والوں کا بھی اسی طرح حصہ ہے کہ ان کے ذمہ ٹیکس وغیرہ بھی اسی مد میں جمع ہوتے ہیں۔ اکیڈمی اپنے دستور کے مطابق ہندی، سنسکرت، راجستھانی اور اردو کی ترقی کی ذمہ دار ہے۔ مگر علاوہ اردو کو قطعاً فراموش کیے ہوئے ہے۔ انجمن اکیڈمی کو برابر توجہ دلا رہی ہے مگر اس کے کان پر جوں نہیں رینگتی بلکہ اس کے ایک ممبر نے جس کو اردو کا نمائندہ کہا جاتا ہے، معلوم ہوا ہے کہ ایسی ایک تحریر دی ہے جس سے لسانی فرقہ واریت اور اردو کی مخالفت اور اکیڈمی کی موجودہ روش کی حمایت ظاہر و ثابت ہوتی ہے۔)

لہٰذا یہ بات حکومت راجستھان کی توجہ کے قابل ہے کہ اکیڈمی کی یہ ناانصافی روکی جائے۔

اردو کے امتحانات کے پرچے ہندی میں ۔ اردو مادری زبان والے طلبہ کو پست اور فیل کرنے کی غرض سے اور اس نظریہ کے ماتحت کہ اردو کی تعلیم کسی بھی طرح قطعاً بند ہو جائے اور طلبہ اور ان کے سرپرست اردو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں عہدہ داران سررشتۂ تعلیم نے ایک عجیب ترکیب اختیار کی ہے یہ کہ جن طلبہ کی مادری زبان اردو ہے اور اردو کی تعلیم اردو کے ذریعہ انھوں نے حاصل کی ہے ان کو امتحان کے پرچے ہندی میں دیے جاتے ہیں یا ہندی میں تختۂ سیاہ پر سوال لکھے جا کر طلبہ سے کہہ دیا جاتا ہے کہ نقل کر لو اور جواب دو یہ عمل درجہ سوم سے درجہ پنجم تک کے طلبہ کے ساتھ کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے جنھوں نے اردو پڑھی ہے اس طرح فیل نہ ہوں گے تو کیا کریں گے۔ یہ شکایات انجمن نے ڈائرکٹر محکمہ تعلیم، ایجوکیشن سکریٹری صاحب اور دیگر متعلقہ افسران کے نوٹس میں لا دی ہے۔ مگر اب تک انجمن کو کوئی اطلاع نہیں ملی کہ اس سلسلہ میں کیا کیا ہو رہا ہے۔

یادداشت کے آخر میں بہت موثر انداز میں درخواست کی گئی ہے کہ براہ نوازش ان معاملات کی مستقل تحقیقات کرائی جائے تاکہ ہماری شکایات کی اصلیت آپ پر بخوبی ظاہر و ثابت ہو جائے۔ اور براہ کرم ان شکایتوں کو جلد سے جلد رفع کیے جانے کی موثر تدبیر و تجویز فرمائی جائے۔

یہاں یہ بات دوبارہ ظاہر کر دینا بیجا نہ ہوگا کہ مذکورہ بالا امور نہ یادداشت کا واقعی ترجمہ ہے نہ مکمل خلاصہ نہ پورا اقتباس۔ بلکہ اس کا ایک خاکہ اور ماحصل ہے۔ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

ترجمہ چٹھی۔ حرف (الف) چٹھی جناب ایجوکیشن سکریٹری راجستھان جے پور بنام ایڈیشنل ڈائرکٹر آف ایجوکیشن راجستھان بیکانیر

پرائمری درجوں میں لسانی اقلیاتی طبقہ کے بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دیا جانا۔

چٹھی نمبر ۵۸/F ۵ EDV / (۱۲) ۱۱ - ۶ مورخہ یکم ۲۸

مجھے آپ کو اس امر سے مطلع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ جو فیصلے لسانی اقلیاتی طبقہ کے طلبہ کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دینے کے لیے گئے ہیں ان پر اب تک بعض وجوہ کی بنا پر عمل درآمد نہ ہو سکا تھا لہٰذا اب فوراً ان پر عمل کیا جائے یعنی ماسبق حکم کے مطابق اس قسم کے انتظامات کیے جائیں کہ جس کسی پرائمری اسکول میں کسی ایک درجہ میں دس یا پورے اسکول میں چالیس طلبہ لسانی اقلیاتی طبقہ کے ہوں وہاں ان کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ حکومت چاہتی ہے کہ اس حکم پر آنے والے تعلیمی سال سے لازمی طور پر عمل کیا جائے اور کوئی عذر نہ کیا جائے۔ یہ امر قابل ستائش ہوگا کہ ان انتظامات کی تکمیل میں ہر ممکن کوشش کی جائے تاکہ تعلیم کا آغاز آئندہ سال ٹھیک وقت پر ہو جائے۔

دستخط ڈپٹی سکریٹری

برائے اطلاع صدر انجمن ترقی اردو راجستھان کو نقل بھیجی گئی۔

نقل حرف (ب) پریس نوٹ حکومت راجستھان۔ لسانی اقلیاتی طبقہ کو تعلیمی سہولتیں دینے کی بابت حکومت راجستھان کا فیصلہ

جے پور۔ ۲۰ر اپریل حکومت راجستھان لسانی اقلیاتی طبقہ کو سہولتیں پہنچانے کی غرض سے حسب ذیل فیصلے صادر کرتی ہے۔

(۱) ابتدائی درجوں میں جہاں کسی درجہ میں دس یا پورے اسکول میں چالیس طلبہ لسانی اقلیاتی طبقہ کے ہوں تو وہاں لازمی طور پر ان کی مادری زبان میں ان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا۔ اسی طرح ان متعلقات پر بھی یہ انتظام کیا جائے گا جہاں لسانی اقلیاتی طبقہ کی آبادی کافی تعداد میں ہو (۲) راجستھان پبلک سروس کمیشن کے امتحانات مقابلہ برائے ملازمت میں ہندی لازمی مضمون نہ ہوگا۔ (۳) جب تک ہشتلا ٹرینین پوروٹ فضائی کتابیں نہ چھپوائے تو یہ ریاستوں سے کورس کی کتابیں حاصل کر لی جائیں۔ (۴) مادری زبان کو بحیثیت اختیاری مضمون انگریزی کے ساتھ بریکٹ نہ رکھا جائے۔ سنسکرت اور دوسری زبانوں کے ساتھ اردو بھی اختیاری مضمون ہوگی۔

(۵) ڈائرکٹر محکمہ تعلیم کی منظور کردہ مادری زبان کی ایسی کتابیں جو اپروڈ لسٹ میں درج ہوں گی۔ ایسے سب اسکولوں میں خریدی جائیں گی جہاں مادری زبان کی تعلیم جاری ہو۔

(ختم شد)

ناگپور یونیورسٹی میں اردو کو جوں کا توں باقی رکھا جائے گا

صدر انجمن ترقی اردو مہاراشٹر کے نام وائس چانسلر کا مکتوب

اورنگ آباد۔ جناب سکندر علی وجد صدر انجمن ترقی اردو مہاراشٹر داورنگ آباد کے نام وائس چانسلر ناگپور یونیورسٹی نے اپنے ایک مکتوب میں اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ناگپور یونیورسٹی میں اردو کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا ہے اور اردو بطور مضمون اختیاری بھی باقی ہے۔ البتہ صرف مرہٹی اور ہندی کو اختیاری مضمون قرار دینے کی تجویز زیر غور ہے لیکن اکیڈمک کونسل نے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے معلوم ہوا ہے کہ انجمن کی جانب سے مستقل طور پر اردو کے موجودہ موقف کو باقی و برقرار رکھنے کے لیے نمائندگی کی جانے والی ہے تاکہ صرف مرہٹی و ہندی کو مضمون اختیاری بنانے کی تجویز آئندہ بھی زیر غور نہ آسکے انجمن کی پر زور عوامی جدوجہد کے نتیجہ میں یونیورسٹی نے حسب بالا فیصلہ کیا ہے۔

"امکان" کی اشاعت:

مقامی انجمن کے زیر اہتمام تاریخ ساز کتاب "امکان" کی اشاعت کے ابتدائی مرحلے طے ہو گئے ہیں۔ دور جدید کے نمائندہ اہل قلم کو مکتوبات لکھے جا چکے ہیں۔ اس خصوص میں جناب اثر فاروقی (کنوینر، اشاعت کمیٹی انجمن ترقی اردو اورنگ آباد سے ربط پیدا کیا جا سکتا ہے۔ کتاب کا نام "امکان" رکھنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

(یو۔این۔ایس)

گورنمنٹ ہائی اسکول ملاپرم کے اردو طلبہ اسوسئیشن کا افتتاحی جلسہ

مورخہ ۱۰ راگست ۹۶ء کو اسکول ہال میں جناب ایس۔ ایم۔ سرور صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اسوسئیشن کے افتتاح کی رسم عالی جناب محمد ابراہیم صاحب ایم۔ اے۔ میسور نے فرمائی۔ آپ نے کیریلا میں اردو کی تبلیغ و اشاعت کی اہمیت پر زور دیا۔ اور اردو کی ہمہ گیری اور مقبولیت عامہ اور اس کی صلاحیت و خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی مادری زبان ملایالم ہے۔ ہندوستان کے ہر خطہ کی زبان جدا جدا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اردو ملک کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی ہے اور وہاں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ہندوستان کی شاید ہی کوئی زبان ہو جس کو یہ رتبہ حاصل ہو سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی بناوٹ اور ساخت ہمہ گیر اصولوں پر مبنی ہے۔ اردو ہر زبان کے مناسب الفاظ قبول کرنے اور انھیں اپنے میں جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لیے اردو میں ہندوستان کی مختلف زبانوں کے الفاظ کے علاوہ یورپ کی متعدد زبانوں کے الفاظ بھی اس طرح گھل مل گئے ہیں جیسے اسی زبان کے الفاظ ہوں یہ اردو زبان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ اس کا کوئی رنگ روپ نہیں، اس کا کوئی مذہب نہیں۔ جو اسے بولے، پڑھے لکھے اور استعمال کرے یہ اسی کی زبان ہو جائے گی۔ حالات اور واقعات نے اس زبان کو ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ اس زبان میں ہندوستانی مسلمانوں کی تہذیب و تمدن، علم و دانش، اخلاق اور روحانیت اور فکر و تخیل کے خزانے ہیں۔ اس زبان کو چھوڑ دینا ایک بیش بہا خزانہ سے ہاتھ دھونا ہے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ہندوستان کے ہر خطے کی زبان جدا جدا ہے اور ملک کے اس حصہ کی زبان ملایالم ہے بیشک یہ زبان آپ کی مادری زبان ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ ملایالم خود ایک اعلیٰ زبان ہے۔ اس کے ادب میں کافی سرمایہ موجود ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آپ ملایالم چھوڑ دیں اور اردو پڑھیں میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ آپ اردو کی حفاظت کریں اور ہو سکے تو اس کی تبلیغ و اشاعت کریں۔ کیونکہ یہ ہماری قومی زبان ہے۔ جس طرح آپ ہندی کو ہندوستان کی قومی زبان کے ناطے پڑھتے ہیں اور عربی کو ہماری مذہبی زبان کے رشتے پڑھتے ہیں اسی طرح اردو کو بھی پڑھیں۔ اس سے آپ کے ذہن میں وسعت پیدا ہوگی۔ آپ اس کے ادبی سرمایہ سے فائدہ حاصل کریں گے اور اس کی شاعری سے لطف اندوز ہو سکیں گے عربی بیشک قابل تعظیم زبان ہے۔ اس کی عظمت سے کس مسلمان کو انکار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اور حضرت پیغمبرؐ کی زبان ہے اس لیے ہمارے دلوں میں اس سے بے پناہ پیار اور لگاؤ ہے۔ اردو زبان کا بھی عربی زبان سے گہرا رشتہ ہے اردو اور عربی کا رسم الخط مشترک ہے۔ اردو میں عربی کے سیکڑوں الفاظ شامل ہیں۔ اور اردو کا اولین ادب عربی کا مرہون منت ہے۔ عربی اور فارسی زبانوں کے اثر نے اردو کو وہ جلا اور چمک عطا کی ہے جو اس ملک کی کسی زبان کو نصیب نہ ہو سکی۔ لیکن حالات کی رفتار نے اس کو ہدف ملامت بنا دیا ہے۔ لیکن ہمیں خدا سے امید رکھنا چاہیے کہ یہ دن بہت جلد ختم ہو جائیں گے اور پھر سے اس زبان کو ہندوستان کی سماجی و ثقافتی زندگی میں ایک اہم کردار انجام دینے کا موقع ملے گا بعض لوگوں کا یہ خیال کہ اردو مسلمان بادشاہوں کی بنائی ہوئی زبان ہے بالکل غلط گمراہ کن اور بے بنیاد ہے۔ ایسا کہنے والے نہ صرف تاریخ سے بلکہ لسانیات کے اصولوں سے بھی ناواقف ہیں۔ اردو زبان فطری اصولوں پر خود بخود بنی اور حالات اور ضروریات نے اسے اور بڑھایا اور پھیلایا۔ مسلمان بادشاہوں نے بھی اس کی طرف توجہ نہ دی کیونکہ مسلمان بادشاہوں کی

سرکاری اور درباری زبان حیثیت فارسی رہی جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں اس زبان کے بنانے میں زیادہ تر ہندوؤں ہی کا حصّہ رہا ہے اور انہیں کی بدولت یہ زبان بنی، بڑھی اور پھیلی۔ یہ زبان ہندو مسلم اتحاد کی ایک عزیز یادگار ہے۔

ایک وقت وہ بھی آیا جب اردو زبان اس ملک کے خاص و عام میں مقبول تھی اور اس کو سرکاری اور عوامی سرپرستی حاصل تھی ۱۸۳۵ء میں یہ زبان ملک کی سرکاری زبان بنا دی گئی تو کسی نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی اور نہ کسی نے اس پر نکتہ چینی کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز اس ملک کے حاکم تھے اور بذات خود وہ اس زبان کے ماہر تھے اور بڑے بڑے جلسوں میں اردو میں تقریریں کرتے تھے۔ اس کا اعتراف مولوی نذیر احمد نے کیا ہے جو ہمارے جدید ادب کے بانیوں میں ایک ہیں۔ اس زبان کی ہمہ گیر حیثیت کا اس بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ گارساں دی تاسی جو فرانس کے مشہور اہل قلم اور عالم تھے انھیں اردو زبان سے ایک خاص لگاؤ تھا اور آپ نے اردو کی بڑی ہی بے لوث خدمت کی ہے اور ایسی بہترین کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جس پر ہماری زبان بجا طور پر فخر کر سکتی ہے آپ کے علاوہ ملکہ وکٹوریہ اور ان کے شوہر پرنس البرٹ بھی اردو زبان سے بخوبی واقف تھے پرنس البرٹ نے اپنے دورۂ ہندوستان کے دوران اسی زبان میں تقریریں کی تھیں۔

جدید دور میں ہمارے ملک کے سابق اور ہر دلعزیز وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی مادری اور گھریلو زبان اردو تھی۔ اس کا آپ نے کھلم کھلا اعتراف کیا ہے۔ پنجابی لال بہادر شاستری نے بھی اپنی تقریروں میں اردو اشعار کا سہارا لیا کرتے تھے مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم تو اردو کے مشہور و معروف انشا پرداز اور مفکر تصور کیے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی گرانمایہ تصنیفات سے اردو زبان کو مالا مال کیا اور اس زبان کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ آج اردو دنیا کے مختلف حصوں میں پڑھی جاتی ہے اس کی تعلیم کا دنیا کے مشہور یونیورسٹیوں میں معقول بندوبست ہے۔ دنیا کے تقریباً ہر ریڈیو اسٹیشن سے اردو میں خبریں نشر ہوتی ہیں۔ میں نے اردو زبان کی مختصر سرگذشت، اور اس کے مسائل آپ کے سامنے رکھے ہیں آپ ان حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اس طرح آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اردو ہمارے لیے کس قدر ضروری ہے۔ مجھے ازحد خوشی ہے مجھے آپ کے افتتاحی جلسہ میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ میں اس سلسلہ میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ایک قوم و ملت کے ناطے اس کے فروغ کی ہر طرح کوشش کیجیے اردو پڑھیے اور لکھیے اور اردو بھیے اس کی تعلیم کا معقول بندوبست کیجیے۔ اگر آپ یہ بات اپنے دل میں رکھ لیں اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے تو اس کے نتیجے بڑے عظیم الشان ہوں گے۔"

اس کے بعد جناب شمد حسن صاحب ہیڈ ماسٹر نے بھی بچوں کو اردو میں ایک نصیحت دی۔ سکریٹری کے شکریہ ادا کرنے کے ساتھ جلسہ پانچ بجے برخاست ہوا۔

(محمد سکریٹری)

جناب سیکش اکبرآبادی کے اعزاز میں شعری نشست

علی گڑھ ۔۔ ۱۶ر اگست۔ انجمن اردوئے معلیٰ شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ایک غیر رسمی شعری نشست آج اردو کے مشہور و ممتاز شاعر جناب سیکش اکبرآبادی صاحب کے اعزاز میں ہوئی۔ نشست کی کارروائی سیکش صاحب کی غزل سے شروع ہوئی۔ سیکش صاحب کے بعد پروفیسر آل احمد سرور، ڈاکٹر عشرت حسین انور، خواجہ مسعود علی ذوقی، شہریار، وارث کرمانی، وحید اختر، خلیل الرحمن اعظمی، معین احسن جذبی، ڈاکٹر عبد العلیم اور مجنوں گورکھپوری نے بالترتیب اپنا کلام سنایا۔ آخر میں سیکش صاحب نے اپنی کئی غزلیں اور منتخب اشعار سنائے۔ (نامہ نگار ہماری زبان)

شاخ مالیگاؤں کی ماہانہ میٹنگ

مالیگاؤں۔ یکم اگست، ترمیمی مرکز میں انجمن ترقی اردو (ہند)، شاخ مالیگاؤں کی میٹنگ جناب فیروز حسین بادشاہ صاحب کی صدارت میں ہوئی جس میں گزشتہ میٹنگ اور احتجاجی جلسہ کی رپورٹ کے بعد آمد و خرچ کی تفصیل پیش کی گئی اور آئندہ کے لیے مندرجہ ذیل فیصلہ کیا گیا۔

(۱) ایس، ایس سی ۶۶ کے امتحان میں کامیاب ہونے والے ہائی اسکول کے جس طالب علم یا طالبہ کو اردو کا انعام (۲۵ روپے کی کتابوں کا سیٹ) دیا جائے۔ اس کی تقریب اسی ہائی اسکول میں منعقد کی جائے۔

میٹنگ میں پروفیسر حفیظ انصاری، شبیر احمد حکیم، نذیر احمد انصاری، امان اللہ خاں، ہارون احمد، سلیمان انصاری، اصغر انصاری، حاجی شکیل احمد اور ظہیر احمد شریک تھے (سعید انصاری سکریٹری)

کلکتہ میں مشاعرہ
سنت فتح سنگھ کی تقریر

۶ر اگست کو دوپہر کے وقت کلکتہ میں پنجابی سدن میں ایک بزم مشاعرہ منعقد ہوئی جس کا افتتاح کنور جہندر سنگھ بیدی صاحب سحر نے کیا اور صدارت منشی گوپی ناتھ صاحب امن نے کی۔ مقامی شعرا کے علاوہ ماہر الحمیدی، وجد عزیز الہ آبادی، ولی لکھنوی، بہزاد لکھنوی، شعری بھوپالی، اور دلی سے ساحر ہوشیارپوری اور جگن ناتھ آزاد تشریف لائے تھے۔ مشاعرہ کے مہتمم آرزو اکادمی کے ارکان تابش دہلوی، نواب دہلوی، جسونت سنگھ آنند وغیرہ تھے۔ دوران مشاعرہ سنت فتح سنگھ مشاعرہ میں رونق افروز ہوئے، حاضرین کے اصرار پر انھوں نے چند منٹ تقریر فرمائی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

سنت فتح سنگھ کی تقریر

سنت فتح سنگھ نے پنجابی زبان میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس مشاعرہ میں مدعو کیا اور میرا استقبال کیا میرا مقصد ہندوستان میں اتحاد پیدا کرنا ہے۔ ہم بھارت ماں کی نیک اولاد (بیٹے)، نہ کہ سوتیلی اولاد (پتر) تو ہیں ہی، ہم سب کو اپنے وطن کی حفاظت مل جل کر کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنا چاہیے۔ گرنتھ صاحب میں آیا ہے کہ

کبیر پونگرا رام اللہ کا سب گر پیر ہمارے

سب گر، اور پیر ہمارے ہیں اور ہم سب کے ہیں ایک سچے سکھ کو سب

مذہبوں کی عزت کرنی چاہیے اور سب اہل وطن کو ایک دوسرے کے مذہب اور دھرم کا مان کرنا چاہیے۔ میری زندگی اتحاد اور یگانگی کے کام کے لیے وقف ہے۔

کلکتہ یونیورسٹی کے فارسی کے پروفیسر ہیرالال چوپڑہ نے اور تابش دہلوی نے سنت فتح سنگھ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپ کے تشریف لانے سے ہماری عزت افزائی ہوئی ہے۔

ہند اخبار کے دفتر اور محمد علی جوہر لائبریری میں بھی شعرا کا استقبال کیا گیا محمد علی جوہر لائبریری میں ایک مختصر نشست بھی ہوئی۔ غلام نعیم صاحب اور سردار جسونت سنگھ آنند نے سب کو اپنے یہاں ڈنر پر مدعو کیا۔ (ایک نامہ نگار)

اردو دوستوں سے ہمدردانہ اپیل

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو، ریاست بھر میں اردو کے تحفظ و بقا کے لیے عملی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ اور اسے یقین ہے کہ اردو کو علاقائی زبان کی حیثیت دلانے کی کوششیں انشاء اللہ ضرور بار آور ہوں گی۔ لیکن ایسے نازک مرحلے پر بڑے دکھ اور صدمہ کی بات ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں اردو تہذیبی حلقے کے بعض طلبہ اپنی مادری زبان کو حقارت کے ساتھ نظر انداز کرنے لگے ہیں اور صرف ہندی کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی خبر ملی ہے کہ پٹنہ کے بعض ایسے اسکولوں میں جہاں اوپری طبقہ کے طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں اب وہاں اردو ٹیچر بحال کرنے کی اس لیے گنجائش نہیں نکالی جا رہی ہے کہ ۵۰۔ لڑکے بھی اردو پڑھنے والے وہاں نہیں مل سکتے۔ اور اوپر کے درجوں میں جہاں اردو کی تعلیم کا انتظام ہے پھر بھی اپنی مادری زبان چھوڑ کر ہندی اختیار کر رہے ہیں۔ اگر اس صورت حال میں اضافہ ہوا تو کالجوں اور عام اسکولوں میں اردو ٹیچروں کی بحالی ختم ہو جائے گی۔ ہندی سرکاری زبان ہے اس لیے ایک لازمی پرچہ کی حیثیت سے اسے بخوبی پڑھنا چاہیے۔ لیکن اپنی مادری زبان اردو کی تعلیم سے بے توجہی انھیں اپنی روایات اور تمدنی و تہذیبی اثاثوں سے بیگانہ بنا دے گی۔ اردو بھی ہندی کی طرح ۱۴ قومی زبانوں میں ایک ہے۔ لیکن اسے دوسری ہندوستانی زبانوں پر فوقیت اس لیے حاصل ہے کہ یہ واحد ہندوستانی زبان ہے جو ملک میں قومی یکجہتی اور مختلف فرقوں میں میل جول اور اتحاد و یگانگت پیدا کر سکتی ہے۔

اس لیے تمام اردو دوستوں کا فرض ہے کہ وہ اردو سے بے توجہی کرنے والے طلبہ اور ان کے سرپرستوں کی منت و سماجت کریں اور اسکولوں اور کالجوں میں جا کر انھیں سمجھائیں تاکہ وہ داخلہ کے وقت اردو مضمون اختیار کر سکیں۔

(بیتاب صدیقی، جنرل سکریٹری بہار ریاستی انجمن ترقی اردو، پٹنہ)

ریاست بہار کے تمام اردو دوستوں، اردو اساتذہ و طلبہ، انجمن کی تمام شاخوں اور اردو کے تمام اداروں کے نام ایک ضروری اپیل

پٹنہ ۱۶ راگست ۱۹۶۶ء۔ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کے دفتر سے صوبۂ بہار کے تمام اردو دوستوں، اسکولوں اور کالجوں کے اردو داں اساتذہ و طلبہ اور اردو کے تمام اداروں کے نمائندگان اور اپنی تمام شاخوں کے نام ایک سوال نامہ جاری کیا گیا جو بہت اہم ہے ہر اردو دوست کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داری ہے کہ کامل احتیاط اور پوری ذمہ داری کے ساتھ مندرجہ ذیل سوال نامہ کی خانہ پری کر کے جناب بیتاب صدیقی جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو، انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ ۴ کے پتہ پر روانہ کریں اور اس طرح اپنی اردو دوستی کا ثبوت دیں۔

نوٹ: کالجوں سے متعلق سوال نامہ کا اطلاق بہار کی پانچوں یونیورسٹیوں پٹنہ، بہار، مگدھ اور بھاگل پور کے تمام ملحقہ کالجوں پر ہوگا۔

سوال نامہ برائے کالج

(۱) کالج کا پورا نام و پتہ۔
(۲) کالج میں اردو طلبہ کی مجموعی تعداد
(۳) کالج میں اردو طلبہ کی درجہ وار تعداد
(۴) ہندی مضمون لے کر پڑھنے والے اردو لسانی اقلیتی طلبہ کی درجہ وار تعداد اور ہندی پڑھنے کی وجہ
(۵) اردو کمپوزیشن اور پرنسپل اردو کی تعلیم ہوتی ہے یا نہیں؟
(۶) اردو آنرز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس کے لیے کوشش کی گئی یا نہیں؟
(۷) کالج میں اردو آنرز پرنسپل اردو یا اردو کمپوزیشن کا الحاق ہوا ہے یا نہیں؟
(۸) اردو کے کتنے پروفیسر ہیں؟
(۹) کالج کی لائبریری میں اردو کی کتابیں ہیں یا نہیں؟
(۱۰) اس مسئلہ کی کوئی اور قابل ذکر بات جو آپ ضروری سمجھتے ہیں۔

ہائر سکنڈری اور سکنڈری اسکولوں سے متعلق سوال نامہ

(۱) اسکول کا نام اور پورا پتہ۔
(۲) اردو طلبہ کی مجموعی تعداد
(۳) اردو طلبہ کی درجہ وار تعداد
(۴) ہندی مضمون لے کر پڑھنے والے اردو لسانی اقلیتی طلبہ کی درجہ وار تعداد اور ہندی مضمون پڑھنے کی وجہ۔
(۵) اردو تعلیم کا مناسب انتظام ہے یا نہیں؟
(۶) اردو میڈیم کا انتخاب آسانی سے ہوتا ہے یا نہیں؟
(۷) اردو داں ٹیچر ہیں یا نہیں؟
(۸) نصاب کی کتابیں اردو میں ملتی ہیں یا نہیں؟
(۹) اسکول کی لائبریری میں اردو کی کتابیں ہیں یا نہیں؟
(۱۰) اس مسئلہ کی کوئی اور قابل ذکر بات جو آپ ضروری

سمجھتے ہیں۔

(محمد عثمان اللہ ندیم آفس سکریٹری
بہار ریاستی انجمن ترقی اردو پٹنہ ۴)

ہندوستان میں اردو پر توجہ نہیں کی گئی ہے

صدر جمہوریہ رادھا کرشنن کا بیان

نئی دہلی ۱۳ر اگست۔ صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے آج یہاں اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ ہندوستان میں اردو اور سندھی جیسی زبان پر مناسب و معقول توجہ نہیں کی گئی ہے

انھوں نے کہا کہ ان زبانوں کو قومی اتحاد اور قومی یکجہتی کے لیے زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جانا چاہیے۔

صدر جمہوریہ یہاں ادیبوں کی ایک ۲ روزہ کانفرنس کا افتتاح کر رہے تھے جو بھارتیہ ساہتیہ کارپریشد کے زیر اہتمام شروع ہوئی ہے یہ پریشد مرکزی وزیر فولاد جناب نیلم سنجیوا ریڈی کی قیادت میں ملک کی ۱۴ زبانوں کو یکجا کرنے کا کام کر رہی ہے۔

صدر جمہوریہ نے اپنی عالمانہ تقریر میں کہا کہ در اصل ہمارے قدیم صحیفوں کا یہ دعوا ہے کہ ادب کو صرف جمالیاتی کمال کا کارنامہ ہی انجام نہ دینا چاہیے بلکہ انسانیت کے تقاضوں پر بھی پورا اترنا چاہیے اور اس کے مفادات کا دم بھرنا چاہیے۔

صدر جمہوریہ نے کہا کہ ہندوستانی کلچر کا ایک پہلو جو ہم تک عہد قدیم سے پہونچا ہے وہ ہے جس کو اب سیکولرازم کہا جاتا ہے انھوں نے کہا کہ ہندوستان میں ہر مکتب خیال اور ہر اعتقاد کی مدارات کا قدیم رواج ہے اس کے لیے سیکولرازم بس ایک نیا لفظ ہے۔

انھوں نے ادیبوں سے کہا کہ وہ جمہوریت کے اسی آدرش کی بقا و بالادستی کے لیے کوشش کرتے رہیں۔

صدر جمہوریہ نے اس توقع کا بھی اظہار کیا کہ ہندوستان "ایک عالمی برادری" کے قیام کا فارمولا تلاش کرنے کی تجربہ گاہ ثابت ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ نوع انسان کی موجودہ نسل کے سپرد اسی برادری کے قیام کا عظیم کام کیا گیا ہے اور اگر ہندوستان مختلف تہذیبوں اور کلچروں، مذہبوں اور نسلوں کو جو اس کی سرزمین پر کسے ہیں متحد کرنے میں کامیاب ہوگیا تو اس سے عالمی برادری کے قیام میں بہت مدد ملے گی۔

انھوں نے کہا کہ ہندوستانی ادب کی مشترک مسلسل روایت قومی اتحاد کے قیام کی کوشش ہی رہی ہے۔

(قومی آواز)

حیدرآباد جنرل پوسٹ آفس کی نئی عمارت کے سائن بورڈ میں

"اردو" بھی رہے، حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان

حیدرآباد۔ ۱۱ر اگست۔ جناب حبیب الرحمٰن معتمد عمومی انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے پوسٹ ماسٹر جنرل آندھرا سرکل حیدرآباد کو ایک مکتوب روانہ کرتے ہوئے جنرل پوسٹ آفس کی عابد شاپ پر تعمیر کردہ نئی عمارت کے سائن بورڈ پر اردو میں بھی نام لکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔

جناب حبیب الرحمٰن نے اپنے مکتوب میں کہا کہ جنرل پوسٹ آفس کی جو نئی عظیم الشان عمارت قلب شہر میں تیار ہو رہی ہے اسے دیکھ کر تمام باشندگان حیدرآباد بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ ہمارے اس خوبصورت شہر میں ایک اور جاذب نظر عمارت کا اضافہ ہوگیا لیکن ابھی چند روز پہلے عمارت کے سائن بورڈ پر نظر پڑی تو یہاں کے اردو بولنے والوں کے جذبات مسرت پر اوس پڑگئی، کیونکہ اردو کے نام کا فقدان ہی اس سائن بورڈ کی نمایاں خصوصیت ہے۔ مجھے آپ کو یہ بتانے کی شاید ہی ضرورت ہو کہ بھارت کے اس پانچویں بڑے شہر میں کم و بیش پچاس فیصد ایسے لوگ بستے ہیں جن کی مادری زبان اردو ہے ان کے علاوہ کم و بیش ۲۰ فیصد اور ایسے ہیں جو اردو کو بطور دوسری زبان کے استعمال کرتے ہیں۔ آپ غالبًا اس بات سے بھی ناواقف نہ ہوں گے کہ حکومت آندھرا پردیش نے سرکاری زبان کے "قانون" میں جسے حال میں ریاستی اسمبلی کی منظوری مل چکی ہے اردو کے استعمال کی خصوصیت کے ساتھ گنجائش رکھی ہے ان حالات کے پیش نظر کیا یہ توقع رکھی جائے کہ اردو بولنے والوں کے ساتھ اس طرح جو زیادتی ہوئی ہے آپ جلد از جلد اس کی تلافی کریں گے اور عمارت کے رسمی افتتاح سے پہلے ہی سائن بورڈ پر اردو نام بھی لکھوا دیں گے۔

(سری نواس لاہوٹی)

عربی فارسی اسلامک کلچر اور اردو کے پروفیسروں کی انجمن کا قیام

۳۰ر جولائی ۱۹۶۶ء کو بمبئی یونیورسٹی کے عربی، فارسی، اسلامک کلچر اور اردو کے پروفیسروں کی انجمن وجود میں آئی۔ اس انجمن کے پروگرام میں درج ذیل مقاصد نمایاں ہیں۔

(۱) بمبئی یونیورسٹی کے کالجوں میں مندرجہ بالا مضامین کی ترویج و اشاعت۔

(۲) مندرجہ بالا مضامین کے طلبہ کی متعدد طریقوں سے ہمت افزائی کرنا۔

(۳) بمبئی یونیورسٹی کے مندرجہ بالا مضامین کے پروفیسروں کے درمیان مساوات "بھائی چارہ" اور اتفاق و اتحاد پیدا کرنا۔

انجمن کے پہلے سال کے لیے مندرجہ ذیل حضرات کا انتخاب ہوا ہے

صدر: پروفیسر نجیب اشرف ندوی، نائب صدر: پروفیسر بارگیر

جنرل سکریٹری: پروفیسر منشی رانی،

جوائنٹ سکریٹری: ڈاکٹر آدم شیخ، پروفیسر احمد انصاری۔

خازن: پروفیسر ایم۔ کے پٹھان

ممبران: پروفیسر مسز داؤد وانی، ڈاکٹر عبد الحی سید،
پروفیسر غلام احمد۔

(ایک نامہ نگار)

مالک انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور نذیر حسن پبلشر نے مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا۔